رسائل و مسائل

قادیانی مدعی کا جھوٹا دعوائے مہدویت

ملک غلام علی

سوال:- موجودہ جدوجہد ہم سب نے مشترکہ طور پر قادیانیوں کے خلاف کی اور ان کو آخر کار غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، اس دوران مجھے ایک قادیانی نے چند کتابیں دیں۔ میرا بھی دل میں تجسس بڑھ گیا تھا۔ ان کی دوسری باتوں میں تو خیر میں نے کوئی اس قدر گہرائی محسوس نہ کی مگر ایک بات ان کی میرے دل میں اٹک کر رہ گئی، اور اس کے متعلق میری سمجھ میں کوئی توجیہہ نہ آئی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کا تفصیل سے جواب دیں اور مجھ پر اس کی حقیقت واضح کر دیں۔

ایک کتاب میں لکھا تھا کہ آنحضرتؐ نے پیش گوئی کی تھی: (اِنَّ لمھدینا آیتین...) ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لیے دو نشان ہیں اور جب سے یہ زمین و آسمان بنے ہیں یہ واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ اور وہ یہ کہ جب مہدی پیدا ہو گا تو رمضان کے مہینے میں ۱۳ تاریخ کو چاند گرہن اور ۲۸ تاریخ کو سورج کو گرہن لگے گا۔" اور یہ واقعہ پہلے کبھی نہ ہوا" سنن دار قطنی صفحہ ۱۸۸) اس میں مزید لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مہدویت کا دعویٰ کیا اور ۱۸۹۴ء میں نصف کرہ مشرقی میں اور ۱۸۹۵ء میں کرہ مغربی میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ آپ براہ کرم واضح کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کا صحیح مطلب کیا ہے اور یہ کس سے متعلق ہے۔

جواب:- مرزا غلام احمد کے جھوٹے دعووں کی تردید میں علمائے کرام نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ اب پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ مرزا غلام احمد اور اس کے پیرو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ابھی قادیانیوں کو اپنے اور اپنے پیشوا کے باطل دعاوی پھیلانے کی اجازت ملی ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے جن دعووں میں کرشن اور رڈر گوپال وغیرہ

کا اپنے آپ کو مصداق ٹھیرایا ہے، ان سے تو ہمیں تعرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد کے پیرو جب مسلمان ہونے کے مدعی بنتے ہیں اور مرزا غلام احمد کے ان دعاوی کا پرچار کرتے ہیں جن میں اسے نبی و رسول، مسیح موعود اور مہدی معہود کہا گیا ہے تو یہ حرکت قانون کی نگاہ میں بھی جرم ہے اور ہر غیرت مند مسلمان کے لیے بھی دل آزاری کا موجب اور ناقابلِ برداشت ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں کی رسی کب تک دراز رہے گی؟

بہرکیف مہدی کے متعلق جس پیش گوئی کے بارے میں آپ نے دریافت کیا ہے چونکہ قادیانی اسے مرزا غلام احمد پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے میں اس کی حقیقت مختصراً واضح کیے دیتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مہدی کے معنی عربی زبان میں ہدایت یافتہ کے آتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص نبوت کا مدعی کاذب بن کر دائرہ اسلام سے خارج ہو چکا ہے، وہ ہدایت یافتہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسا شخص مہدی نہیں بلکہ ضال و مضل اور غاوی ہے۔ جس مہدی کا ذکر بعض روایات میں آیا ہے وہ بہرحال اُمت مسلم کا ایک فرد ہوگا۔ صاحبِ اقتدار ہوگا، وہ کسی نظامِ باطل کا زلّہ خوار نہیں ہوگا، نہ اس طرح کے نت نئے دعوے کرے گا جن کا سچائی اور حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہ ہو۔

قادیانیوں نے اپنے استدلال میں تلبیس کا دوسرا حربہ جو اختیار کیا ہے وہ ان کی درج ذیل دعوے میں پوشیدہ ہے جسے وہ بار بار دہراتے ہیں۔ چنانچہ 'الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۲۳ دسمبر ۱۹۷۴ء' میں ہے۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آخری زمانے کے متعلق جس میں مہدی معہود نے ظاہر ہونا تھا یہ پیش گوئی فرمائی تھی"۔

اس عبارت کے ذریعے سے قاری کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ آگے جو پیش گوئی انہوں نے درج کی ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے اور آنحضورؐ نے خود مہدی کے متعلق یہ علامات بیان فرمائی ہیں۔ اب آپ دیکھیے کہ سنن دارقطنی میں پوری عبارت یوں ہے:۔

عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمهدینا آیتین

اس سلسلہ اسناد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے، بلکہ کسی صحابی تک کا ذکر بھی نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قولِ رسول تو کیا کہا قولِ صحابی بھی نہیں ہے۔ اس کے آخری راوی محمد بن علی ہیں اور وہ یہ بات کہہ رہے ہیں۔ پھر آخر قادیانیوں کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی - محمد بن علی کے متعلق بھی دارقطنی میں صراحت نہیں کہ یہ کون سے محمد بن علی ہیں۔ کتبِ رجال میں اس نام کے کم از کم پندرہ راوی ملتے ہیں - کہا جاتا ہے کہ یہ محمد بن علی امام باقر ہیں۔ بلاشبہ وہ ثقہ ہیں۔ لیکن اسناد کے باقی راوی سب مجروح ہیں - بالفرض اگر سارے راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہی ہوں تب بھی اس قول پر حدیث رسول کا اطلاق کسی طرح نہیں ہو سکتا اور ہمارے لیے اصل ماخذ و حجت قرآن و حدیث ہے۔

پھر اس روایت کے ترجمہ میں قادیانیوں نے جس مغالطہ انگیزی اور فریب دہی سے کام لیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں" اول لیلۃ من رمضان" کا ترجمہ تیرھویں رات اور" نصف منه" کا ترجمہ اٹھائیسویں دن کر دیا گیا ہے۔ یہ قادیانیوں کا کوئی اپنا حساب کتاب اور ریاضی کا فلسفہ ہوگا جس میں پہلی تاریخ تیرھویں اور نصف رمضان اٹھائیسویں تاریخ بن جاتی ہے - انہوں نے اپنا ایک الگ کیلنڈر ایجاد کر رکھا ہے، غالباً یہ اسی کا کرشمہ ہے۔

آخری اور فیصلہ کن بات اس روایت کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا مضمون دوسری احادیث صحیحہ سے متعارض ہونے کے باعث بھی ناقابلِ قبول ہے - بہت سی صحیح احادیث میں یہ ارشاد نبوی مروی ہے کہ کسوف و خسوف کا کوئی تعلق کسی انسان کی زندگی یا موت سے نہیں ہے۔

صحیح بخاری، ابواب الکسوف میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت ہے:-

کسفت الشمس علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم مات ابراھیم - فقال الناس کسفت الشمس لموت ابراھیم - فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد ولا لحیاتہ ، فاذا رایتم فصلوا وادعوا اللہ -

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس روز سورج گرہن ہوا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی شخص کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ پس جب تم ایسا دیکھو تو نماز کسوف و خسوف پڑھو، اور اللہ سے دعا کرو) -

دوسری احادیث میں مزید یہ الفاظ ہیں کہ یہ دونوں قسم کے واقعات اللہ کی نشانیاں ہیں، اللہ ان

کے ذریعے سے بندوں کو ڈراتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات مبارک کا صاف مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند گرہن کا کوئی تعلق کسی انسان کی زندگی یا موت سے نہیں ہے۔ ان کا مقصد محض تخویف و تنذیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب سورج گرہن ہوا، تو آپ نے اپنی نبوت کے حق میں کبھی اس واقعہ کو بطور دلیل پیش نہیں کیا، نہ اُمت کے کسی فرد نے آج تک کسوف و خسوف سے اس طرح کا استدلال کیا ہے، یہ محض جھوٹے دعویداروں کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے باطل مزعومات کے لیے ایسے بودے اور غیر یقینی سہارے تلاش کرتے ہیں۔

(بقیہ اشارات) ذمہ داریوں کا کیوں احساس پیدا نہیں ہوتا؟ موجودہ دستور کی شق نمبر ۳۱ (۲ الف) میں نہایت واضح طور پر یہ الفاظ درج ہیں کہ حکومت پاکستان اس بات کے لیے پوری طرح کوشاں رہے گی کہ قرآن اور اسلامیات کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کا التزام کرے۔ دستور کے اندر اس یقین دہانی کے باوجود جن لوگوں نے اسلامیات کو نصاب سے خارج کرنے کی تجویز پیش کی ہے وہ آخر کیوں قابل مواخذہ نہیں۔ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان "بزرجمہروں" کے ساتھ حکومت نے کیا سلوک کیا ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حکومت کی نصاب کمیٹی نے دستور سے یکسر انحراف کرتے ہوئے ایک نہایت ہی غلط تجویز پیش کی اور عوام کو اس پر رائے زنی کی دعوت دی اور جب انہوں نے اس کے خلاف رائے دی تو وزیر تعلیم اُن کی اس جسارت پر بھڑک اُٹھے اور اسے شرانگیز کہہ کر ناقدین کو رسوا کرنے کی کوشش کی۔ وزیر تعلیم صاحب کے اس طرز عمل سے اس رجحان کا اندازہ ہوتا ہے جو حکومت عوام کے اندر اپنی پالیسیوں کے جائزے اور احتساب کے بارے میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔ ان کی یہ ناروا برہمی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حکومت اپنے عوام کو اس ڈھب پر لانا چاہتی ہے کہ وہ اس کی ہر حرکت کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہیں اور اگر زبان کھولیں تو صرف سرکار عالی مدار کی تعریف و توصیف کے لیے کھولیں۔ جس حکومت کے ارباب بست و کشاد عوام کو بے بسی کی تصویر بنانے یا قصیدہ خوانوں کا ایک منظم گروہ تیار کرنے کا عزم رکھتے ہوں وہاں عوام کا شعور کس طرح بیدار ہو کر اپنے حقوق کی نگہداشت کر سکتا ہے۔ حکومت کے اس طرزِ عمل سے جمہوریت کی راہ ہموار نہیں ہوتی بلکہ آمرانہ استبداد کے لیے راستہ کھولنے کا انتظام ہوتا ہے۔